سُورَةُ البَقَرَةِ مَدْنِيَةٌ

بقرة آية: 255 آيَةُ الكُرسِي تفسير

آیت الکرسی ہے جو قرآن کریم کی تمام آیات سے عظیم آیت ہے اور جس کی بڑی فضیلت صحیح احادیث سے ثابت ہے یہ اللہ تعالی کی صفات جلال، اس کی علو شان اور اس کی قدرت و عظمت پر مبنی نہایت جامع آیت ہے۔

سیدنا ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: ”اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟“ کہتے ہیں میں نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے (دوبارہ) پوچھا: ”اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟“ میں نے کہا): اللہ لاالہ الاھو الحي القيوم ((یعنی آیت الکرسی) تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ”اللہ کی قسم! (تو نے درست کہا) اے ابو منذر! تمہیں علم مبارک ہو۔“ (مسلم، کتاب الصلوۃ)

اہم بات: قرآن کریم جس ذات کا کلام ہے اس کے کلام کے کسی حصے میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔ تمام آیات ہی اہم اور عظیم ہیں۔ مگر ہمیں حدیث سے کچھ آیات کے متعلق کچھ فضائل کا علم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات اہم ہے کہ متکلم (یعنی اللہ تعالیٰ) کے لحاظ سے پورا قرآن ہی اعظم ہے، ان میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔

لیکن دلالت اور مضمون کے لحاظ سے کچھ آیات دوسری آیات سے افضل ہو سکتی ہیں۔ مثلاً سورۃ اخلاص میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی صفات بیان ہوئی ہیں اور سورہ مسد میں ابو لہب کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ یہ دونوں سورتیں معنی اور مفہوم کے لحاظ سے برابر نہیں ہو سکتیں۔ سورہ اخلاص کا مضمون افضل ہے۔ اسی طرح موضوع اور تاثیر کے لحاظ سے بھی کچھ آیات کچھ پر فضیلت رکھتی ہیں۔ مثلا جہاں جہنم اور عذاب کا ذکر ہے ان کی تاثیر دلوں پر کچھ اور ہوتی ہے اور جہاں نکاح اور قرض کے احکامات ہیں ان کی تاثیر فرق ہوتی ہے۔

آیت الکرسی اعظم ترین آیت اس لئے ہے کہ دلالت کے اعتبار سے اس میں جو بیان ہے وہ کسی اور آیت میں اس طرح بیان نہیں ہوا۔

© copy rights reserved

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: یہ لفظ جلالہ اللّٰہ کی خبر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی الوہیت میں اکیلے ہیں۔ یہاں الوہیت کے بارے میں نفی اور اثبات ہے۔ جہاں نفی اور اثبات اکٹھے آجائیں وہاں حصر کا معنی پایا جاتا ہے۔

الْحَيُّ: صفت مشبہ کا صیغہ ہے جب اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہو تو معنی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہو گا جس کی نہ ابتدا معلوم نہ انتہا۔ یعنی وہ ازل سے ابد تک زندہ ہے۔ جسے کبھی موت نہیں آسکتی۔ کیونکہ موت کا خالق بھی وہی ہے۔ موت آنا مخلوق کی صفت ہے۔

ایسی زندگی جو کمال کے ساتھ ہے۔ جو عدم سے ہے، جس کو کسی بھی اعتبار سے زوال نہیں ہے۔ یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا نام ہے۔ یہ نام اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے بھی استعمال کیا ہے۔

الْقَيُّومُ: صیغہ مبالغہ۔ بروزن فیعول۔ اس میں دو مفہوم پائے جاتے ہیں:

(1) وہ ذات جو اپنے نفس کے ساتھ قائم ہے اسے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں نہ کسی اور ذات کی محتاج ہے۔

(2) وہ ذات جو دوسروں کو بھی قائم کرنے والی ہے۔ یہ دونوں اللہ رب العزت کی کامل صفات ہیں۔ ان کو بارے میں کہا جاتا ہے یہ اسم اعظم ہے۔ جب ان کے ذریعے سے دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ ایک تو آیت الکرسی، دوسری آیت الم اللہ لا إله الا هو الحى القيوم (مسند احمد) یہ اسم اعظم قرآن میں تین جگہوں پر آیا ہے۔ آیت الکرسی میں اور سورۃ العمران اور سورۃ طٰہٰ میں۔

- الحیی میں اللہ رب العالمین کے ذاتی کمال کا ذکر ہے۔
- القیوم کا تعلق اللہ تعالیٰ کی سلطنت اور افعال سے ہے، اس لئے یہ اسم، اسم اعظم کہلاتے ہیں۔

© copy rights reserved

﴿ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ اللہ رب العزت سے دو چیزیں واقع نہیں ہوتیں۔ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ " سِنَةٌ " نیند کی ابتدأ ہے۔اور نَوْمٌ اللہ تعالیٰ کے لئے صفت نقص کہلائی جاتی ہے اور انسان کے لئے یہ صفت کمال ہے کیونکہ نیند کے بغیر انسانوں کی زندگی نامکمل ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ "اللہ تعالیٰ نہ سوتے ہیں اور نہ ان کو زیب ہے کہ وہ سوئیں"۔ وہ مخلوق کو قائم رکھنے والی ذات ہے اگر وہ خود سو جائے تو مخلوق کو قائم نہیں رہ سکتی۔

اس کے سو جانے کا معنی یہ ہو گا کہ دنیا اپنی حفاظت سے محروم ہو گئی۔ اس صورت حال کا منطقی تقاضا بھی ہے کہ کائنات کی ایک ایک مخلوق اسی کی مملوک ہو۔

﴿ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ خبر مقدم ہے۔اگر خبر مقدم آئے تو اس میں حصر کا معنی پایا جاتا ہے۔ لهٗ کو پہلے لانے سے اس میں ملکیت کا معنی آتا ہے۔آسمانوں میں وہ سب جس کا ہمیں علم بھی نہیں اور زمین کی تمام مخلوق اسکی ملکیت ہے۔

﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِه﴾

من استفہامیہ انکاریہ ہے ای لا يشفع عنده احد الا بامره۔

کون ہے جس کے پاس شفاعت ہے۔شفاعت کی نفی کر دی گئی اور پھر خود ہی اس کا اثبات فرمادیا کہ جو بھی شفاعت کرے گا وہ اذن اللہ کے بغیر نہیں کر سکتا۔دوسری چیز یہ پتہ چلتی ہے کہ اس کی کچھ شرائط ہیں۔

اسی حصے میں عِنْدَهٗ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مقام پر موجود ہیں۔اللہ وب العزت کے مقام کا اثبات ہوتا ہے۔

کیا اللہ ذات کے اعتبار سے ہر جگہ ہے؟

بہت سی آیات میں دلیل ملتی ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ آسمان پر ہیں -

الْعَلِيّ: اللہ رب العالمین کی صفت علو تین طرح سے قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے۔سورہ بقرہ میں آیت الکرسی میں العلیّ بیان ہوا ہے ۔یہاں پر سمجھنے کی بات یہ ہے کہ "علو" کا معنی بلندی ہے عربی زبان میں یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

© copy rights reserved

1: علوِ ذات: اللہ رب العالمین ذاتی طور پر اپنی پوری مخلوق سے بلند ہے۔ بلندی کی تمام آیات یہاں بطور دلیل لائی جاتی ہیں۔ مثلاً جہاں عرش کا ذکر ہے۔ قرآن میں سات مقامات پر عرش کا ذکر ہے۔ ان تمام آیات میں مفہوم ایک ہی ہے۔

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَي الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (سورہ طٰہٰ:5)

رحمٰن نے اپنے عرش پر قرار پکڑا ہے ۔

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَي الْعَرْشِ﴾ (سورہ العراف:54)

یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر اپنے عرش پر قرار پکڑا۔

جابر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے، اللہ نے مجھے عرش والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے بارے میں بیان کرنے کی اجازت دے دی ہے اس کے کان کی نرمی اور کندھے کے درمیان سات سو سال کی مسافت ہے۔

ابوداؤد نے (3،895) رقم۔

مستوی کا اصل معنی ہے بلند ہونا۔ عام طور پر اس کا معنی غالب ہونا کیا جاتا ہے جو کہ صحیح نہیں۔

اس کی دلیل ہمیں احادیث میں بھی ملتی ہے۔ اسکا معنی یہ ہر گز نہیں کہ اللہ رب العالمین ہر جگہ ہے۔ یہ جو آیات بیان کی جاتیں ہیں کہ اللہ رب العالمین تمہارے ساتھ ہیں۔

﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورہ انفال:19)

کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

﴿ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴾ (سورہ ق:16)

اور ہم اس کے گلے کی رگ سے بھی زیادہ اسکے قریب ہیں۔

یہاں جس معیت کا ذکر ہے ان آیات کا معنی اللہ رب العالمین نے خود ہی مختلف مقامات پر ذکر کیا ہے اور وضاحت فرمادی مثلاً فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری ہر حرکت کو دیکھ رہا ہوں اور ہر چیز کی خبر رکھتا ہوں۔

﴿قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى﴾ (سورۃ طٰہٰ:46)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ڈرو مت! میں تمہارے ساتھ ہوں، سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

یہاں سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اللہ رب العالمین اپنے وجود کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے علم، احاطہ، علمی طور پر ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اللہ سبحان تعالیٰ ہر جگہ پر ذاتی طور پر حاضر نہیں بلکہ دیکھ رہے ہیں اور علم رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی مختلف احادیث اس بات کی دلالت کرتی ہیں۔

ما رواه مسلم من حديث معاوية بن الحكم السلمي في قصة ضوبه لجاريته وفيه.. فقلت : يا رسول الله أفلا أعتقها ؟قال : "ادعها ، فدعوتها ، فقال لها أين الله ؟ قالت : في السماء. قال : من أنا ؟ قالت : أنت رسول الله. قال : أعتقها فإنها مؤمنة

ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے اپنی ایک لونڈی کو مارا تھا اب اس پر پشیمان ہوا اور اسے آزاد کرنا چاہتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس لونڈی کو بلوایا اور اس سے پوچھا "اللہ کہاں ہے؟" اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: آسمان میں۔ آپ نے پوچھا میں کون ہوں؟" اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ مومنہ ہے اس کو آزاد کر دو۔ رواہ مسلم۔

جب حضرت سلیمانؑ نے چیونٹی کو دیکھا تو وہ اپنا جسم زمین سے چمٹائے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے دعا کر رہی تھی یعنی اس بے عقل چیونٹی کو بھی پتہ ہے کہ اللہ کہاں ہے۔

امام شافعیؒ نے تو یہ تک کہا کہ جس شخص کو یہ نہیں پتہ کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہیں تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس زمن میں اتنی سخت وعید ذکر کئے گئے ہیں۔ یہ عقیدہ انتہائی غلط ہے کہ اللہ رب العالمین ہر جگہ ہیں۔ یہ حلول کا عقیدہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ حلول ہیں۔ وہ کہتے ہیں (نعوذ باللہ) اللہ رب العالمین ہر جسم میں حلول کر سکتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ اللہ کے اصل مقام کے منکر ہیں۔ یہ عقیدہ تمام شرکیہ عقائد کی بنیاد ہے۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ رب العالمین اپنے علم کی بنیاد پر ہر جگہ محیط ہیں وجود کے اعتبار سے عرش پر مستوی ہیں۔

2: اللہ رب العالمین اپنی قدر، سلطنت اور قہر کے اعتبار سے ہر چیز سے بلند ہے:

اللہ رب العالمین کو اپنے بندوں پر پورا اختیار ہے۔

﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ﴾ (سورہ الانعام:18)

وہ اپنے بندوں پر پورا اختیار رکھتا ہے۔

سنن نسائی کی حدیث اس کی دلیل پیش کرتی ہے۔

ما رواه النسائي من حديث سعد بن أبي وقاص أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لسعد بن معاذ : لقد حكمت فيهم بحكم الملك من فوق سبع سموات

جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی قوم کے متعلق فیصلہ دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا' اے سعد آپ نے جوان کے درمیان فیصلہ دیا ہے وہ اللہ ہی کا فیصلہ ہے جو اس نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے فرمایا ہے''۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی قہاریت کی بھی بلندی ہے۔

3: اللہ رب العالمین کے تمام اسماء وصفات بلند ہیں۔

اہل علم نے اللہ رب العزت کی صفت علو پر بہت سی کتابیں لکھیں ہیں۔ ان میں سے کچھ اقوال کا ذکر ہم کرتے ہیں۔

1: فوق: اللہ رب العالمیں نے اپنی ذات کے لئے فوق کا لفظ استعمال کیا ہے فوقیت کا معنی بھی بلندی ہے۔

﴿ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ﴾ (سورہ النحل:50)

وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں جو ان کے اوپر ہے۔

2: عروج: پھر وہ آیات جہاں عروج کا لفظ آیا ہے۔ اسکا معنی بھی بلندی ہے۔ کہ کوئی چیز نیچے سے اوپر کی طرف بلند ہو۔

﴿ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ ﴾ (سورہ السجدہ:5)'

وہی آسمان سے زمین تک کے انتظام کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر ایک روز اس کی طرف اٹھ جائے گا۔

﴿ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ۔ تَعْرُجُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ ﴾ (سورہ المعارج:3,4)

(یہ عذاب) اللہ کی طرف سے (آئے گا) جو بلندیوں کا مالک ہے۔ جس کی طرف روح اور فرشتے ایک دن میں چڑھتے ہیں۔

3: صعود: پھر ایک اور لفظ صعود کا استعمال ہوا ہے۔

﴿ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُه ﴾ (سورہ فاطر:10)

پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔ اور صالح عمل انہیں اوپر اٹھاتا ہے۔

اگر اللہ رب العالمین ہر جگہ ہیں تو اوپر اٹھنے کا کیا مطلب ؟۔

 © copy rights reserved

:4 رفع: اس کا مطلب بھی بلند ہونا ہی ہے۔

﴿ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ (سورہ النساء:158)

بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا تھااور اللہ بہت زور آور اور حکمت والا ہے۔

﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ﴾ (سورہ العمران: 55)

جب اس نے عیسیٰ سے فرمایا: عیسیٰ اب میں تجھے واپس لے لوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔

یعنی میں اپنی طرف یا بلندی کی طرف اٹھالوں گا۔

:5 کسی چیز کا نازل ہونا: اور نزول اوپر سے نیچے ہی کی طرف ہوا کرتا ہے۔

﴿ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (سورہ السجدہ: 2)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب (قرآن) پروردگار عالم کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ﴾ (الملک:16,17)

کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسادے پھر وہ یکایک لرزنے لگے۔ یا اس سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیج دے۔

اس طرح حدیث میں بھی دلائل ملتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرمائے گا۔ تم اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ سنن ابو دود ۔اسی طرح دعا کے لئے ہاتھ اوپر اٹھائے جاتے ہیں یہ بھی اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ کے اوپر ہونے کا اثبات کرتے ہیں۔ معراج کا وقعہ بھی اس بات کی دلیل ہے۔ اسی طرح فرعون کے بارے میں آتا ہے۔

© copy rights reserved

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ـ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى﴾ (سورہ غافر:36,37)

اور فرعون کہنے لگا: "اے ہامان: میرے لئے ایک بلند عمارت بناؤتاکہ میں ان راستوں تک پہنچ سکوں۔ جو آسمانوں کے راستے ہیں، پھر موسیٰ کے الٰہ کی طرف جھانک سکوں ۔

فرعون کا گمان تھا کہ موسیٰؑ نے جھوٹ کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہیں۔ تو جو شخص اس بات کی نفی کرتا ہے وہ گویا فرعون کی پیروی کرتا ہے۔

﴿ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِه﴾ اللہ رب العزت کا علم تام ہے، اللہ کو اس کا علم ہے جو آگے اور پیچھے ہے۔ خلف کا معنی ماضی اور ما بین ایدیھم کا معنی مستقبل لیا گیا ہے۔ یعنی اللہ رب العالمین کا علم اتنا وسیع ہے کہ ہر زمانہ اس میں محیط ہے۔

وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے ہاں جس چیز کا علم وہ دینا چاہے۔ یعنی وہ اس کے علم میں سے کسی شئ کا (کامل) علمی احاطہ نہیں کر سکتے

﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾ وسع احاطہ کرنا کرسی نے آسمانوں اور زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

کرسی کا مفہوم

اس کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ علماء کا اختلاف ہے۔

ایک تو یہ کہ اس کا اقتدار، اس کی قدرت اور اس کا اختیار (Authority) پوری کائنات کے اوپر حاوی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے استعارہ مراد ہو کہ اس کا اختیار اور اقتدار آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے۔

بعض علماء کے نزدیک کرسی سے مراد وہ جسم محیط ہے جس کے اندر سارا جہان محو ہوا ہے۔ بعض نے انصاف اور حکومت مراد لیا ہے۔

امام قرطبیؒ کی رائے:

تفسیر قرطبیؒ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ " كُرْسِيُّه "سے مراد عِلْمِه (یعنی اللہ کا علم) ہے۔

© copy rights reserved

امام طبری:

امام طبری نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ یہ بھی قول ہے کہ " کُرِسُیُّہ " سے مراد اللہ کی وہ قدرت ہے جس کے ساتھ اس نے آسمانوں اور زمین کو تھاما ہوا ہے۔ جیسا کہ آپ کہ دیتے ہیں۔

اِجْعَلْ لَہ ذَا الحَائِطُ کرسیًا (اس دیوار کے لئے ایک کرسی بنادو)

یعنی ایسی کوئی چیز بنادو جو اس دیوار کو سہارا دے۔ یہ معنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے قریب تر ہے۔ اور یہ ایسی طویل بحث ہے جس میں اہل السنہ اور معتزلہ کے مابین اختلاف اور جھگڑا بہت پھیلا ہوا ہے۔

لغت میں '' کرس '' کسی چیز کی جمی جمائی تہہ کو کہتے ہیں۔ اسی سے کرسی کا لفظ بنا۔ اس لیے کرسی بیٹھنے کی جگہ یا تخت وغیرہ کے لیے استعمال ہونے لگا۔ اور جب یہ بیٹھنے کی جگہ صاحب اقتدار کے لیے خاص ہو تو وہ اس کے اقتدار کا مرکز ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے اہل علم نے کرسی کا لفظ اقتدار کی تعبیر کے لیے اختیار کیا ہے۔ اس جملے میں بھی یہی معنی ہو گا کہ اللہ کی کرسی سے مرد اس کا اقتدار ہے۔

اللہ تعالیٰ نہ کرسی کا محتاج ہے اور نہ عرش کا۔ پروردگار اس کرسی پر فروکش نہیں ہوتا کیونکہ کوئی مقام بھی اللہ کی ذات کو اپنے اندر سما نہیں سکتا۔

مزید یہ بات بھی کہ اللہ تعالیٰ چونکہ جسم سے پاک ہے اس لیے اسے کسی کرسی، کسی تخت یا کسی مکان کی احتیاج نہیں۔

ان سب چیزوں کے ذکر سے اور ان کے حجم سے اللہ کی عظمت کے دلائل ملتے ہیں۔ اللہ کرسی بھی اس کی جلیل القدر مخلوقات میں سے مخلوق ہے۔

 © copy rights reserved

کرسی کامفہوم

اہل سنت وجماعت کے عقیدۃ کے مطابق مندرجہ ذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عرش اور کرسی کے بارے میں ذہن میں رکھیں۔ مجسم حقیقت ہے جو ہمارے ذہن اور تخیل سے ماوراہے۔

كُرْسِيُّه :اس کی کرسی۔۔اللہ کی طرف راجع ہے(علامہ ابن تیمیہ:۔ابن قیم۔ابن حزم وغیرہ)

کے نزدیک کرسی سے حقیقی معنی مراد ہیں یعنی بیٹھنے کی کرسی لیکن کیفیت مجہول ہے معلوم نہیں۔کیسی کرسی ہے کس چیز کی ہے۔ غرض ایسی ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے شایان ہے۔

ابن جریر،ابوالشیخ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابن مردویہ اور بیہقی نے ابوذرؓ سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کرسی کے بارے میں پوچھاتو آپ نے فرمایااے ابوذر! ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کرسی کے سامنے ایسی ہیں جیسے جنگل میں گراہوا ایک (انگوٹھی کا)حلقہ اور عرش کی فضیلت کرسی پر ایسی ہے جیسے کسی جنگل کی فضیلت اس حلقہ پر(فضیلت سے رماد ہے بڑاہونایعنی عرش اتنابڑاہے کہ اس کے سامنے کرسی ایک حلقہ کے برابر ہے)۔

ابوذر غفاری نے ایک مرتبہ کرسی کے بارے میں سوال کیاتو حضور ﷺ نے قسم کھا کر یہی فرمایااور فرمایا کہ پھر عرش کی فضیلت کرسی پر بھی ایسی ہی ہے۔۔اس کا معنی یہ ہوا کہ کرسی آسمانوں اور زمیں سے بہت بڑی اور عرش کرسی سے اتناہی بڑاہے۔اللہ رب العالمین کوان دونوں کی حفاظت تھکاتی نہیں انہی صفات کی بناپر اللہ تعالیٰ عظیم وبلند ہیں۔ عظیم،ذوعظمت اور کبریائی والی ذات ہے۔

وَ هُوَالْعِلُّى الْعَظِيمُ(وہ بلند ہےاور عظیم ہے)

اس کی قدرتوں کی وسعتوں اوراس کے علم کی لامحدودیت کواپنے محدود علم اور عقل کے پیمانوں سے نہ ناپو۔وہ تمہاری قوت احساس سے بھی بلند ہےاور تمہارے تصورادراک سے بھی عظیم ہے۔

جب تک اس کی ذات کو ظن وقیاس اور تشبیہ وتمثیل کی خیال آرائیوں سے بلند نہیں سمجھوگے

اس وقت تک کوئی نہ کوئی شیطان تمہیں وسوسوں کی گمراہی میں مبتلا کرتارہے گا۔

© copy rights reserved